بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظرات

خواتینِ اسلام کی بیداری

آج ہر طرف ایک شور و غل بپا ہے کہ اب مسلمان خواتین کی حالت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی اُن میں جہالت اور رسوم پرستی مفقود ہوتی جاتی ہے اور اُس کی بجائے علم و ادب کی روشنی، روشن دماغی اور آزاد خیالی کی حرارت پیدا ہو رہی ہے۔ اس حالت کی تبدیلی پر بظاہر مرد بھی خوش ہیں اور عورتیں بھی مسرور لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا، اس پر کوئی غور نہیں کرتا کہ مسلمان خواتین کی بیداری واقعی اور اصلی بیداری ہے یا یہ ہلاکت و تباہی کا پیغام ہے! کوئی پوچھے آج کل مسلمان خواتین کی بیداری کی پہچان کیا ہے؟ تو اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے سیاسی جلسوں کے پلیٹ فارموں پر نظر نہیں آتی تھیں، سیر گاہوں میں اُنہیں کوئی بے حجاب و بے نقاب مصروفِ گلشن خرامی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تھیٹروں اور سینماؤں میں وہ انبوہ در انبوہ نظر نہ آتی تھیں، احباب و اغیار کی محفلوں میں انہیں بیباکانہ لب کشائی کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ کالجوں اور اسکولوں میں اُن کی چہل پہل نہ تھی۔ اخباروں میں اُن کے فوٹو شائع نہ ہوتے تھے۔ ادبی رسالوں میں اُن کی قلمی شوخ نگاریاں پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر برق پاشی نہ کرتی تھیں۔ وہ صرف گھر کی ملکہ ہو کر رہنا جانتی تھیں۔ انہیں اپنے کمالاتِ نسوانی کی جلوہ گاہ بنانے کے لیے گھر سے باہر کسی اور میدان کی جستجو نہ تھی۔ لیکن آج حالات نے پلٹا کھایا ہے، زمانہ آزادی کا ہے، مذہب اور اخلاق کی قید و بند بھی کوئی برداشت

نہیں کر سکتا ہے تو عورتیں ہی کیوں گھروں میں بند ہو کر رہیں وہ بھی آخر مردوں کی طرح انسان ہیں انھیں بھی حق ہے کہ گلزارِ ہست و بود کا ایک ایک پھول بنظرِ عمیق دیکھیں اس کی ہست کُن بوسے قوتِ شامہ کی تواضع کریں، اور ہاں عالم ہمہ تن ایک میکدۂ شعر و موسیقی ہے، عورتوں کو بھی فطرۃً یہ حق ہونا چاہیے کہ اس کے نغماتِ سامعہ نواز سے کیف و سرور حاصل کریں۔ ان خیالات کی پختگی کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ "دورِ جمود و جہل" خوابِ پریشاں ہو کر نگاہوں سے غائب ہوتا جا رہا ہے۔ اور بیداری کا اثر جتنا جتنا غالب ہوتا جاتا ہے عہدِ حریت و آزادی کے اثرات زیادہ نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ آج مسلمان عورت کو تنگ خیالی و تنگ نظری کا طعنہ کون دے سکتا ہے! اب پلیٹ فارموں پر اُن کی "دھواں دھار" تقریریں ہوتی ہیں، اور پسِ پردہ نہیں بلکہ کھلے اسٹیج پر سب کے سامنے کالجوں کی رونق اُن کے دم سے ہے۔ کلبوں میں اُن کی خوش اخلاقی اور خوش تقریری کے چرچے ہیں۔ سیناؤں اور تھیٹروں کے دیکھنے کا کیا ذکر، انگلینڈ کے سابق وزیر اعظم کی لڑکی یا بہو فلم ایکٹرس ہو سکتی ہے تو شریف گھرانوں کی تعلیم یافتہ مسلمان خواتین اس فخر سے کیوں محروم رہیں ناچ گھروں میں انھیں دیکھا جا سکتا ہے۔ پارکوں میں وہ نہایت بیباکی اور دیدہ دلیری کے ساتھ خرام کرتی ہوئی نظر آ سکتی ہیں فوٹو اُن کے چھپتے ہیں، مشاعروں میں شوخ غزلیں وہ سناتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آج مسلمان خواتین موجودہ تہذیب و تمدن کی اُن تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں جو اب تک صرف خواتینِ فرنگ کا حصہ تھیں یا کچھ تھوڑا بہت اُن کا اثر ہندو خواتین میں بھی پایا جاتا تھا۔ سُن لیا آپ نے! یہ ہے خواتینِ اسلام کی بیداری!

ہاں اس میں شبہ نہیں اس دورِ تفریح میں بھی ایسی نیک دل مسلمان خواتین کی کمی نہیں ہے جنھیں آئیڈیل مسلم خاتون کہی جا سکتی ہیں اور جنھیں صحیح معنی میں بیداری اسلام کا مظہر کہا جا سکتا ہے

لیکن مشکل یہ ہے ان غریبوں کو مسلمان خواتین کی نمائندگی حاصل نہیں۔ وہ گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں اور انہیں مسلم سوسائٹی میں کوئی وقیع درجہ میسر نہیں۔ جب کبھی مسلمان خواتین کی بیداری کا ذکر کیا جاتا ہے تو مثال میں وہ خواتین پیش کی جاتی ہیں جو مسلمان ہونے کے باوجود جدید تہذیب و تمدن کی خصوصیات سے پورے طور پر بہرہ اندوز ہو رہی ہیں، اور جن کے حُسنِ بے حجاب کا شہرہ ہندوستان کی حدود سے گذر کر امریکہ و یورپ تک پہنچ چکا ہے۔ اس بنا پر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمان خواتین کی بیداری کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ اسلامی وضع قطع، اسلامی آدابِ معاشرت، اور اسلامی طریقِ بود و ماند چھوڑ کر مغربیت کے رنگ میں رنگی جا رہی ہیں، اور ان کا میدانِ عمل درونِ خانہ کے بجائے بیرونِ در بنتا جا رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلم خواتین کی یہ حالت کیا واقعی اُن کی بیداری کی دلیل ہے۔ کیا دراصل اُن کی اس تبدیلی پر ہمیں خوش ہونا چاہیے جیسا کہ عموماً آج کل کے مردانہ اور زنانہ جلسوں میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یا یہ صورتِ حال پوری قوم کی روحانی و اخلاقی موت کی نشانی ہے اور اس لیے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا عورتیں مردوں سے کم ہیں جو ایک چیز مرد کے لیے تو جائز ہو اور عورت کے لیے ناجائز۔ اس قسم کے اصحاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نزدیک ضابطۂ اخلاق و مذہب کی پابندی کے لحاظ سے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعتِ اسلام نے جن بُری باتوں کو مرد کے لیے ممنوع قرار دیا ہے وہ عورتوں کے لیے بھی ممنوع ہیں، اور جو افعالِ حسنہ مرد کے لیے مستحسن سمجھے گئے ہیں وہ عورتوں کے لیے بھی مستحسن ہیں۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، شراب خواری، زناکاری، غداری و بے وفائی کی حرمت میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مرد کے لیے جس طرح اجنبی عورت پر بُری نگاہ ڈالنا حرام

ہے۔ عورت کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی مرد کو بُری نیت سے دیکھے۔ یہی حال تعلیم اور معاشرت کا ہے۔ جدید تعلیم اپنے مخصوص ماحول اور نصاب کے ساتھ جس طرح مردوں کے لیے مضر ہے۔ عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی بلکہ اُس سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اسی طرح مغربی معاشرت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے تباہ کن ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ کپڑا زیادہ اُجلا اور صاف ہوتا ہے تو ایک معمولی سا دھبہ بھی اُس میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر اُس کی حیثیت کو بگاڑ دیتا ہے۔ عورت فطرۃً آئینہ تمثال ہے اور غالباً اسی بنا پر زبانِ نبوت نے اُس کو قواریر (آبگینے) کہا ہے۔ اور انگریزی میں اُسے 'صنفِ لطیف' (Fair Sex) کہا جاتا ہے۔ اس لیے اگر اُس میں ذرا سی بھی بداخلاقی اور بدتمیزی پیدا ہوتی ہے تو وہ مردوں سے زیادہ اس کو بدنما کر دیتی ہے اور اُس کی اصلی شرافت و نجابت کو مسخ کر کے طبقۂ ارذل میں شامل کر دیتی ہے۔

پس اگر کوئی مصلح یہ کہتا ہے کہ جدید تعلیم اور جدید تہذیب مسلمان عورتوں کے لیے زہرِ ہلاہل ہے تو اُس کے معنیٰ یہ ہرگز نہیں ہو سکتے کہ یہ چیزیں عورتوں کے لیے ممنوع اور مردوں کے لیے جائز ہیں اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو سکتا ہے کہ عورتیں مردوں سے کم مرتبہ اور اُن سے فروتر ہیں۔ اس عام ممانعت میں مرد و عورت کے فرق و امتیازِ مراتب کا سوال اُٹھانا سراسر بے محل و بے موقع ہے

جہاں تک اصل تعلیم کا تعلق ہے اس سے کوئی سلیم الفطرت انسان انکار نہیں کر سکتا کہ وہ مرد و عورت دونوں کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ اسلام جو دینِ فطرت ہے وہ اس ضرورت سے کس طرح انکار کر سکتا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ تعلیم تعلیم کے مقصد کے ماتحت ہو جس سے پاکیزہ اخلاق پیدا ہوں، اچھے بُرے کی تمیز ہو، زندگی کو کامیاب طریقہ سے بسر کرنے کی راہیں معلوم ہوں۔ اور جس سے

ایک انسان حقیقی انسانیت کے مرتبۂ عظمیٰ سے شرف اندوز ہو سکے جو تعلیم اس مقصد کے حاصل کرنے کا قوی ذریعہ بن سکتی ہے وہی سچی اور اصلی تعلیم ہے اور اس کے استحسان و وجوب میں مرد و عورت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں چونکہ تعلیم کا تعلق انسانی زندگی کے وظائف و اعمال سے ہے اِس لیے تعلیم شروع کرنے سے قبل یہ معلوم کرلینا ضروری ہوگا کہ طبعی قویٰ، فطری استعداد، اور اسباب ممکنہ و حاصلہ کے اعتبار سے مرد کے وظائفِ زندگی کیا ہیں، اور عورت کے کیا! اگر آپ ان وظائف زندگی میں فرق و امتیاز نہیں کرتے تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ آپ مرد کے مرد اور عورت کے عورت ہونے سے انکار کر رہے ہیں، یہ انکار آپ کی فطرت ناشاسی کی کھلی دلیل ہے اور اب اس انکار کی بنیاد پر آپ کے جتنے مطالبات اور دعاوی ہونگے وہ سب غلط اور بے بنیاد قرار دیے جائینگے۔ عورت اور مرد کا صنفی اختلاف و تباین تو بڑی چیز ہے آپ ایک صنف کے تمام افراد کے لیے یکساں حکم نہیں لگاتے۔ بہتیرے بچے جو طبعاً صنعت و حرفت کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اُن سے لٹریچر میں اعلیٰ مہارت و قابلیت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو بچے فطرۃً لٹریچر کا ذوق رکھتے ہیں اُن کو سائنس اور کیمیا کی اعلیٰ تعلیم دلانا وقت کو بے کار اور ضائع کرنا ہی پس جب آپ خود مردوں کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کو نظر انداز نہیں کر سکتے تو مرد و عورت کے صنفی اختلاف کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔

اسلام کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ اُس نے کسی حالت میں بھی فطرت کی صحیح صلاحیتوں اور اُن کے باہمی اختلاف کو ناقابل اعتنا قرار نہیں دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر کے ماتحت تعلیم جس طرح مرد کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی لیکن دونوں کی تعلیم کا مقصد جُدا جُدا ہے۔ مرد کی تعلیم کا مقصد ہے کہ وہ اپنے فرائض و وظائف زندگی سے واقفیت بہم پہنچائے۔ اور نہ صرف واقفیت، بلکہ اُس

میں اخلاق اور کیرکٹر کی ایسی مضبوطی پیدا ہو جائے کہ وہ بے تکلف اچھے اعمال کو اختیار اور بُرے اعمال کو ترک کر سکے۔ ٹھیک اسی طرح عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے وظائف و فرائضِ زندگی سے آگاہ ہو اور اُن کو صحیح طور پر بجالانے کی اخلاقی قوت اُس میں پیدا ہو جائے۔ اس مرحلہ پر ضروری ہے کہ آپ پہلے عورت کے فرائض و وظائفِ حیات کی تحقیق و تنقیح کرلیں اور پھر اس کی روشنی میں اُن کے لیے ایک مکمل نصابِ تعلیم و طریقہ تعلیم کی تعیین کر دیں۔ یہ حقیقت فراموش نہ ہونی چاہیے کہ نصابِ تعلیم کی تعیین بھی ایک نہایت ضروری امر ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ طریقۂ تعلیم کے ناقابلِ اطمینان ہونے کے باعث تعلیم پر ایسے نتائج مرتب ہو جائیں جو تعلیم کے مقاصد کے سراسر خلاف ہوں۔ اور بجائے کعبہ کی طرف رہنمائی کرنے کے ترکستان کی سمت لے جائیں۔

تھوڑی دیر کے لیے سنجیدگی اور متانت سے اس مختصر گذارش پر غور کیجیے اور پھر بتائیے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے کیا واقعی وہ مسلمان خواتین کی بیداری سے تعبیر کیے جانے کا مستحق ہے۔ مرد کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ وہ بجا طور پر مردانہ اوصاف و شمائل سے آراستہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ بالکل صحیح معنیٰ میں "مکمل عورت" ہو۔ لیکن آج ہماری بچیوں کو انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے کیا وہ اُن کی تکمیلِ نسائیت کر سکتی ہے؟ نتائج ہمارے سامنے ہیں، ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ مخصوص ماحول میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے جو اثرات لڑکیوں پر مترتب ہو رہے ہیں وہ اسلامیت اور شرقیت تو کجا خود اُن کے جوہرِ نسائیت کو بُری طرح پامال کر رہے ہیں۔ شاید لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ عورت و مرد کی اجتماعی زندگی کا دارومدار صنفی جذب و انجذاب پر ہے، اور یہ جذب و انجذاب اُسی وقت باقی رہ سکتا ہے جب کہ صنفی اختلاف و تباین کے مطابق دونوں کو ایک مخلوط سوسائٹی میں منضم نہ کیا جائے۔ ورنہ اگر مقناطیس لوہے سے الگ اور دور نہیں ہے تو پھر نہ مقناطیس کی قوتِ جذب کا اظہار ہو سکتا ہے اور

نہ ہوسے کی قوتِ انجذاب کا۔ آج یورپ خانگی زندگی کے اعتبار سے جو برباد و تباہ حال ہے۔ غور کیا جائے تو اس کا اہم سبب یہی ہے کہ اُس نے اس نفسیاتی حقیقت کو بالکل نظرانداز کردیا۔ اب وہاں عورت اور مرد دونوں اس طرح مِلے جلے رہتے ہیں کہ دونوں صنفوں کا باہمی جذب و انجذاب بالکل فنا ہوکر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں اب مردوں کا ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہوتا جاتا ہے جو شادی کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس طبقہ کا خیال ہے کہ شادی تو مرد کی عورت سے ہوتی ہے۔ اور جب عورتیں عورتیں ہی نہ رہیں تو پھر مرد شادی کس سے کریں۔ عورتوں کی اس آزادیِ مفرط کے باعث یورپ کے فلاسفہ عجیب عجیب قسم کی خیال آرائیاں کررہے ہیں ایک فلسفی نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ اب وہ زمانہ جلد آئیگا جبکہ مردوں میں زنانہ اوصاف پیدا ہوجائینگے یہاں تک کہ داڑھیاں بھی اُن کی بجائے عورتوں کے نکلا کرینگی۔ بہرحال انگریزی میں جو آئے دن معاشرتی ناول اور کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ "تحریک آزادی نسواں" کے ماتحت عورتوں کی آزادی مفرط کس طرح یورپ کے لیے وبال جان بنی ہوئی ہے۔

عربی کا ایک مقولہ ہے السعید من وعظ لغیرہٖ۔ خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔ تو کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مسلمانوں کے اربابِ فکر زہر اور تریاق میں امتیاز پیدا کریں۔ آخر یہ کیا غضب ہے کہ مسلمان خواتین غلط تعلیم، غلط تربیت، اور غلط طریقہ معاشرت کے اثر سے ہلاکت و بربادی کی طرف تیزی سے دوڑ رہی ہیں۔ اور اپنے ساتھ تمام قوم کی قومی نجابت و شرافت کو غرق کیے دے رہی ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ کی آنکھ نہیں کھلتی، اور آپ ان کی اس تبدیلی کو بیداری سے ہی تعبیر کررہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہب کا سچا درد رکھنے والے حضرات پورے جوش و خروش سے انہیں زنانہ تعلیم کا پورا نظام غیر اسلامی سیادت کے پنجہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لیں۔ مغرب زدہ خواتین کا جواب ان پڑھ اور جاہل خواتین نہیں ہوسکتیں، بلکہ اُن کا صحیح جواب وہ ہی خواتینِ اسلام ہوسکتی ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اسلامی وضع و قطع اور اسلامی طرز معاشرت کی پابند ہوں فقط